محمد حنیف ندوی

حسینؓ ابنِ علیؓ کا صدق وصفا

فکر و کردار کی تاریخ میں ہمیشہ دو طرح کی شخصیتیں رہی ہیں ایک وہ کہ جنہوں نے حالات کی سازگاریوں کے ساتھ کوئی سمجھوتہ نہیں کیا وقت کی دھاروں کی پرواہ نہیں کی اور جب تک زندہ رہے کچھ اصولوں اور نصب العینوں کی خاطر زندہ رہے۔ یہی نہیں بلکہ ان کی موت محض اس وجہ سے واقع ہوئی کہ یہ جن تصورات کے علم بردار تھے وہ زمانہ کی چشم قہر آلود کے لئے ناقابلِ برداشت تھے۔ دوسری قسم ان لوگوں کی تھی جنہوں نے فکر و تصور اور کردار و عمل میں تفریق کی اور اپنے عقیدہ و ایمان کو ہر طرح کی آزمائش سے محفوظ رکھنے کی سعی کی۔

اوّل الذکر گروہ میں عمل و استقامت کے وہ کوہِ گراں داخل ہیں کہ انتہائی وحشیانہ مظالم بھی جن کے پائے استقلال میں لغزش نہ پیدا کر سکے اور انسانی قلب و ضمیر کو شرما دینے والی ہولناکیاں بھی جن کو اپنے مقام سے نہ ہٹا سکیں۔ تاریخِ انسانی کی یہ وہ عظیم المرتبت شخصیتیں ہیں کہ جنہوں نے شرف و بزرگی کا ایک نمونہ قائم کیا اور آنے والی نسلوں کے لئے ایسے نقوش چھوڑے کہ جن کی براقی پر آفتاب شرمندہ ہے اور جو اس لائق ہیں کہ رہتی دنیا تک طالبانِ حق و صداقت کے دلوں کو روشن کرتے رہیں۔ اس گروہ کے سید و سرخیل اور سیرت و عمل کے گل سر سبد حضرت حسینؓ ہیں۔ اُنہوں نے صدق و صفا اور ایثار و قربانی کی ایسی تابناک مثال پیش کی کہ تاریخ کو جس کا مثنیٰ پیش کرنے میں ہمیشہ دشواریاں پیش آئیں گی۔

کربلا کے حزنیہ نے خاندانِ رسول کی بالعموم اور سیدنا حسینؓ کی بالخصوص جو تصویر کھینچی ہے ان سے ان کے کردار کے خدو خال اس طرح نمایاں ہوتے ہیں کہ کوئی سنگدل سے سنگدل انسان بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا ان پر کس درجہ اثر تھا شریعت سے ان کی وابستگی کا کیا عالم تھا اور محض اس سانحہ کی بدولت معلوم ہوتا ہے کہ کیسے کیسے نازک مراحل میں اُنہوں نے صدق و صفا کے اعلیٰ معیاروں کو ملحوظ رکھا ہے۔ اس اعتبار سے گویا اس شر میں بھی خیر کا یہ پہلو نمایاں ہے۔ کہ اس سے ان کے کردار و عمل کے اصلی جوہر نظر بصر کے سامنے آتے ہیں۔ اور عشاقِ شہادت کے دیدہ و دل کو تسکین و طمانیت کی دولت سے مالا مال کرتے ہیں۔

آئیے تھوڑی دیر کے لئے ان واقعات کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ حضرت حسینؓ نے اس حزنیہ میں شروع سے لے کر آخر تک جو طرزِ عمل اختیار کیا اس میں اسلام کی اعلیٰ قدروں کا کہاں تک خیال رکھا گیا۔ اس دَور میں جب کہ دنیا کے

ثقافت

جذبے پلٹ آئے تھے اور جب اسلام کو پھر سے نافذ کرنے کا ولولہ سرد پڑ گیا تھا۔ جب کہ چاروں طرف جوڑ توڑ اور سیاسی استحکام کے لئے سازشوں کے جال بچھ رہے تھے اور ملوکیت اسلام کے روحانی عنصر کو آہستہ آہستہ ختم کر دینے کے درپے تھی۔ جب دولت کی کثرت اور وظائف کی تقسیم نے زبانوں پر مُہر لگا دی تھی۔ اور حق گوئی و حق کوشی کے لیے بہت کم گنجائش رہ گئی تھی کہ باطل کی راہ روک سکے اور اس کے قلعوں پر حملہ آور ہو سکے۔ اس وقت اُنہوں نے کیا خدمات انجام دیں۔ کیونکہ شریعت کی ساکھ اور وقار کو زندہ کیا اور کس طرح نامساعد حالات میں بھی صدق و ثبات کے پاکیزہ اصولوں پر آنچ نہ آنے دی۔ اس ضمن میں سب سے زیادہ قابلِ توجہ یہ بات ہے کہ جنابِ حسین یزید کو برسرِ حق نہیں سمجھتے تھے اور ان کی نہایت دیانتدارانہ یہ رائے تھی کہ مسلمانوں کی سربراہی کا حق ایسے لوگوں کو نہیں سونپا جا سکتا جو اسلام پر پوری طرح عمل پیرا نہ ہوں۔ جو قیصر و کسریٰ کی سنتِ استبداد کو تو اپنائیں۔ مگر خلافت کی روحانی اقدار کو سمجھنے کی مطلق صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ اس عقیدہ سے ان کو کوئی چیز منحرف نہ کر سکی یعنی نہ ترغیب کے حربے ہی اس سلسلے میں کامیاب ہوئے اور نہ تخویف کے خطرات ان کی قوتِ ایمانی کو متاثر کر سکے حالانکہ اگر وہ چاہتے تو اپنے لئے اہلِ دنیا کا وطیرہ اختیار کر سکتے تھے اور ان مصائب و محن سے آسانی کے ساتھ اپنے کو بچا سکتے تھے کہ جو بالآخر آپ کی شہادت پر منتج ہوئے۔

اس حقیقت پر بھی غور کیجیے کہ اُنہوں نے اپنی خلافت کے لئے اس وقت تک کوئی جد و جہد نہیں کی اور مصلحتِ عامہ کے خلاف کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔ کہ جب تک اہلِ عراق کے خطوط پے درپے نہیں آئے اور ان کو مجبور نہیں کیا گیا کہ خدارا آپ فسق و فجور کے خلاف صف آرا ہوں اور عدل و انصاف کی حمایت کے لئے اُٹھ کھڑے ہوں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ اور حق و عدل کی اس لڑائی میں آپ کا پورا پورا ساتھ دیں گے۔ حضرت حسین اگر چاہتے تو مکّہ میں رہ کر کوفہ والوں کی اس وفاداری سے فائدہ اُٹھا سکتے تھے۔ اور نہایت اطمینان کے ساتھ یزید کی حکومت کا تختہ اُلٹ سکتے تھے۔ مگر اُنہوں نے سازش کا یہ طریق اختیار نہیں کیا۔ کیونکہ یہ راہ صدق و صفا کے تقاضوں کے منافی تھی۔ مزید برآں خاندانِ نبوت سے اس امر کی توقع ہی کب تھی کہ اس کا کوئی فردِ جلیل نبوت کے لطائف پر سیاست کے حیل کو ترجیح دے گا۔ آپ کو اگرچہ مکّہ میں ٹھہر کر حالات کا رُخ پھیرنے کا مشورہ دیا گیا۔ مگر آپ نے نہ مانا۔ اور آپ کا قافلہ بہر حال چل کھڑا ہُوا۔ قافلہ ابھی راستے ہی میں تھا کہ ہانی اور مسلم بن عقیل کی شہادت کی اطلاع آپ کو ملی۔ اور بتایا گیا کہ کوفہ والوں نے غداری کی ہے۔ اور اب ان کی تلواریں یزید کے ساتھ ہیں۔ آپ کے ساتھ نہیں۔ یہ واقعہ ایک آدمی کی ہمّت پست کر دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن اس سے حضرت حسین کے عزم و ثبات پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ آپنے برابر آگے بڑھنے اور حالات کو بچشمِ خود دیکھنے پر اصرار کیا۔ البتہ اپنے ساتھیوں سے برملا کہہ دیا کہ تم میں سے جو شخص لوٹنا چاہے وہ بلا تامل لوٹ جائے، ہماری جانب سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جائے گا۔ یہ ہے وہ حوصلہ اور صداقت جس کا وجود صرف ان ہستیوں میں پایا جا سکتا ہے جو ہر ہر مقام اور مرحلہ پر اُسوۂ حسنہ کی پیروی کو ضروری خیال

کرتی ہیں اور کامیابی و کامرانی کو صرف اس نکتہ میں منحصر جانتی ہیں کہ کسی قیمت پر بھی کسی شخص پر زیادتی نہ ہونا چاہیئے۔

قافلہ نبوت ابھی راستے ہی میں تھا اور کربلا میں پہنچ نہیں پایا تھا کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کر پیش کش کی آپ کربلا کے بجائے ہماری طرف کا رُخ کیجئے۔ اور ہمارے پہاڑ "آجا" پر چل کر خیمہ زن ہو جائیے۔ یہ وہ پناہ گاہ ہے کہ جس نے بڑے بڑوں کے منہ پھیر دیئے۔ جس کو بڑے بڑے حمیری اور غسانی بادشاہوں کے عزائم بھی متحیر نہیں کر سکے اور یہاں کے رہنے والے دس ہی دن کے اندر بیس ہزار انسان آپ کے گرداگرد جمع کر دینے کی اہلیت رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا اس پیش کش کا شکریہ، مگر میں چونکہ حُسر کے لوگوں سے ان کی نگرانی میں چلنے کا عہد و پیمان کر چکا ہوں لہذا اس سے پھر نہیں سکتا۔ سبحان اللہ! اس وقت جب پورا کنبہ خطرے میں ہے۔ شہادت کے اندیشے قوی تر ہیں۔ اور بظاہر بچ نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، وعدہ کا اتنا پاس اور عہد و پیمان کی اس درجہ رعایت اس پر حضرت حسینؓ کے سوا اور کون قادر ہو سکتا ہے۔ اور ان کے سوا اور کون اپنی جان کو جوکھوں میں ڈال کر بھی اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہونے کی جرأت کر سکتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ حیران کن واقعہ سُنئے۔ جب کربلا میں گھمسان کا رن پڑ رہا تھا اور جان نثارانِ خاندانِ نبوت ایک ایک کر کے کٹ رہے تھے اور شہادت کے جام پر جام لنڈھا رہے تھے جب ایک ایک لڑنے والے کی شدید ضرورت تھی۔ اور کسی فرد کو بھی زندہ رہنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی۔ ایک شخص ضحاک نامی آپ کے سامنے آیا اور کہنے لگا اے نواسۂ رسول آپ کے حافظے سے یہ بات نکلی نہ ہو گی کہ میں نے اس شرط پر آپ کا ساتھ دیا تھا کہ جب تک لڑنے کی سکت پاؤں گا اور جب دیکھوں گا کہ مجھ میں لڑائی کی طاقت نہیں رہی، لڑائی سے دست کش ہو جاؤں گا۔ ایکلا اس شرط کے مطابق مجھے لوٹ جانے کی اجازت ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک تمہاری یہی شرط تھی اگر بھاگ سکتے ہو تو ضرور بھاگ جاؤ، میری طرف سے اجازت ہے ضحاک نے یہ سنا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر میدانِ جنگ سے فرار ہو گیا۔ کیا کوئی فوج اس کی اجازت دے سکتی ہے۔ اور کسی دنیاوی ریاست کا کوئی سپہ سالار اپنے سپاہیوں سے اس نوع کا معاملہ روا رکھ سکتا ہے۔ مگر حسین جس تصوّر کے لئے لڑ رہے تھے، وہ دوسرا ہی تصوّر تھا۔ اس میں فتح و شکست سے زیادہ اس بات کو اہمیّت حاصل تھی کہ کہیں کسی سچائی کا خون تو نہیں ہُوا۔ اور بندوں کے ان حقوق میں رخنہ اندازی نہیں کی گئی ہے جو ان کو شریعت نے بخش رکھے ہیں۔ اور جن کی حفاظت و نگرانی بحیثیت نائبِ رسول کے خود ان کے ذمہ ہے۔

واقعات کی اس ترتیب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حسینؓ کی سب سے بڑی کامیابی اس نمونے میں مضمر ہے جو انہوں نے قائم کیا۔ کہ نازک سے نازک مواقع اور پیچیدہ سے پیچیدہ حالات میں بھی دین کے روحانی تقاضوں سے غافل نہیں ہونے پائے۔ اور جان دے دی مگر کسی غلط بات سے تعاون نہیں کیا اس طرزِ عمل سے تو عاجل قسم کے

دنیاوی فائدے حاصل نہیں ہو پاتے۔ مگر اس میں کیا شبہ ہے کہ ملوکیت واستبداد کی تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ ایک مردِ حق آگاہ، ایک ایسے شہید کی حیثیت سے زندہ رہے گا کہ جس کی عزیمت وثبات اور صدق وصفانے اسلامی اقدار کو از سرِ نو زندگی بخشی۔ یہ ممکن تھا کہ حضرت حسینؓ اپنے عزیزوں اور عقیدت مندوں کے مشوروں کو مان لیتے اور مکہ میں رہ کر اموی شان وشکوہ کو ملیا میٹ کرنے کی بوقلموں تدبیریں اختیار کرتے یہی نہیں یہ بھی عین ممکن تھا کہ ان تدبیروں میں وہ کامیابی وکامرانی سے بھی ہم کنار ہو جاتے۔ مگر اس صورت میں کردار وسیرت کی تاریخ میں ان کے لئے کوئی جگہ نہ ہوتی۔ (بشکریہ ریڈیو پاکستان)

بیدل
مصنفہ خواجہ عباد اللہ اختر
قیمت چھ روپے آٹھ آنے

فقہ عمرؓ
مصنفہ مولانا ابو یحییٰ امام خان
قیمت چار روپے

افکار ابن خلدون
مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی
قیمت تین روپے آٹھ آنے

ریاض السنّت
مصنفہ محمد جعفر شاہ پھلواروی ندوی
قیمت آٹھ روپے

افکار غزالی
مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی
قیمت سات روپے

مسئلہ زمین
مصنفہ پروفیسر محمود احمد صاحب
قیمت تین روپے آٹھ آنے

الدّین یُسر
مصنفہ محمد جعفر شاہ پھلواروی
قیمت پانچ روپے

طب العرب
مصنفہ حکیم سید علی احمد نیر واسطی
قیمت چھ روپے

منیجر ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور